تاثرات

اسرائیلی جارحیت اور سامراجیوں کی دسیسہ کاری کی بدولت ۶ اکتوبر ۱۹۷۳ کو عربوں اور اسرائیلیوں میں چوتھی جنگ شروع ہو گئی۔ اسرائیل امریکہ کی پشت پناہی اور اپنی حربی قوت کے گھمنڈ میں جو رویہ اختیار کیے ہوئے تھا اور اقوام متحدہ کی قرار دادوں اور عالمی رائے عامہ کو جس طرح ٹھکرا رہا تھا اس سے یہ اندیشہ یقین سے بدل گیا تھا کہ مشرقِ وسطیٰ میں پھر جنگ کی آگ بھڑک اٹھے گی اور عرب اپنے مقبوضہ علاقوں کو آزاد کرانے اور اسرائیلی جارحیت کا جواب دینے کے لیے ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس سے پہلے کی تین جنگوں کے برعکس اس جنگ میں عربوں نے اسرائیل پر کاری ضربیں لگائی ہیں اور بہت اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اس لیے کہ انھوں نے اپنی گزشتہ غلطیوں سے سبق حاصل کیا ہے اور مشترکہ دشمن کے خلاف پوری طرح متحد ہو کر لڑ رہے ہیں۔

عثمانی سلاطین کے عہد میں تمام عرب ممالک سلطنتِ عثمانیہ میں شامل تھے اور خلافت کے احترام اور اسلامی اخوت کے رشتے نے ان کو باہم مربوط و متحد کر رکھا تھا لیکن برطانیہ، روس، اور دوسرے سامراجی ممالک بین الاسلامی اتحاد کو اپنے مذموم مقاصد کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تصور کرتے تھے اور انھوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ چنانچہ مسلمانوں میں مغربی تصورِ قومیت کی اشاعت اور رنگ و نسل اور زبان و وطن کے اختلافات کی آگ بھڑکانے کی منظم کوششیں کی جانے لگیں اور نتیجہ یہ نکلا کہ عربوں میں عربی قومیت کا تصور ترقی کرنے لگا اور ان کا ایک با اثر طبقہ برطانیہ کا آلۂ کار بن کر ترکوں کا شدید مخالف ہو گیا۔ ۱۹۱۴ کی جنگِ عظیم میں اس طبقے نے ذاتی مفاد کے لیے انگریزوں کا ساتھ دیا اور ترکوں کی شکست کے بعد عرب ممالک سلطنتِ عثمانیہ سے الگ کر دیے گئے۔

برطانیہ اور اس کے حلیفوں نے ترکوں اور عربوں میں تفریق پیدا کر دینے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عالم عرب کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور آبادی اور وسائل کے اعتبار سے اتنی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوگئیں کہ وہ اپنا وجود باقی رکھنے کے لیے بھی سامراجیوں کی محتاج تھیں۔ اس طرح برطانیہ کی شاطرانہ چالوں سے نہ صرف سلطنتِ عثمانیہ کا شیرازہ بکھر گیا بلکہ عربوں کا سیاسی و قومی اتحاد بھی ختم ہوگیا اور عرب ریاستیں باہمی اختلاف و انتشار کا شکار بن گئیں۔ عربوں کی تباہ کن غلطیاں ان کے آئندہ مصائب کا بنیادی سبب ثابت ہوئیں اور عرب ریاستوں میں باہمی رقابت، مخالفت اور عداوت نے ایسے ابتر حالات پیدا کر دیے جو فلسطین میں اسرائیلی ریاست کے قیام اور ۱۹۴۸ء، ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۷ء کی جنگوں میں اسرائیل کی کامیابی اور عربوں کی شکست و رسوائی کے ذمہ دار ہیں۔

فلسطین کو اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور سامراجی ممالک کا یہ منصوبہ تھا کہ عالمِ عربی کے قلب میں یہودی ریاست قائم کر کے وہ مشرقِ وسطیٰ پر اپنی سیاسی اور معاشی گرفت کو مضبوط اور مستقل بنا دیں اور ان کی تخلیق کردہ و پروردہ یہودی ریاست عرب ممالک کے لیے ایک مسلسل خطرہ بنی رہے۔ چنانچہ جنگِ عظیم میں ترکوں کی شکست کے بعد جب فلسطین پر برطانوی انتداب قائم کیا گیا تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر برطانوی حکومت نے فلسطین میں یہودیوں کی تعداد بڑھانے اور ان کا معاشی اقتدار قائم کر دینے کی موثر تدبیریں اختیار کیں اور صیہونی تحریک کی حوصلہ افزائی کرنے لگی، جس کا مقصد فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانا اور یہودی مملکت قائم کرنا تھا۔

امریکہ، برطانیہ اور روس سب ہی اپنے استعماری مقاصد کے لیے یہودی ریاست قائم کرنے کے حامی تھے۔ چنانچہ ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ کو اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کو عرب ریاست اور یہودی ریاست میں تقسیم کرنے اور چھ ماہ میں برطانوی انتداب ختم کر دینے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے کے ساتھ ہی فلسطین میں فتنہ و فساد اور خونریزی کا بازار گرم ہوگیا۔ انگریز یہودیوں کی مدد کرنے لگے۔ اور اپنی فوجیں واپس بلا لینے سے قبل حیفہ اور یافہ جیسے اہم علاقے یہودیوں کے حوالے کر دیے چنانچہ ۱۴ مئی ۱۹۴۸ کو تل ابیب میں "اسرائیل" کے نام سے یہودی ریاست قائم کرنے کا اعلان کیا گیا، جسے امریکہ اور روس نے فوراً تسلیم کر لیا۔ یہودی اپنے علاقوں سے عربوں کو نکالنے لگے اور مصر، اردن عراق، شام اور لبنان کی فوجیں عربوں کی حفاظت اور قیامِ امن کے لیے فلسطین میں داخل ہوگئیں۔

(باقی صفحہ ۴۴ پر)